ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

بینش فاطمہ

لیکچرار اردو ، وفاقی اردو یونیورسٹی برائے فنون، سائنس و ٹیکنالوجی،اسلام آباد۔

رفعت چوہدری

لیکچرار شعبہ اردو،جی سی ویمن یونیورسٹی،سیال کوٹ

اقبال پر مشرق کے اہل علم ودانش کے اثرات

Beenish Fatima
Lecturer Department of Urdu, Federal Urdu University of Arts, Sciences & Technology, Islamabad.
Riffat Choudhary
Lecturer Department of Urdu, GC Women University, Sialkot.

The Influence of Eastern Scholars on Iqbal

Allama Muhammad Iqbal is a distinguished poet, a brilliant scholar and a gifted philosopher. But above all else, he is a true visionary. He is a Sufi poet for all the modern ages that aroused a revolutionary spirit in the nation through his poetry. His poetry has been translated in many languages. In his work, he always stressed the greatness of Islam and Muslims. Iqbal did not grow in isolation. He is representative of some basic elements of culture. We can not think of Iqbal without referring to Ghalib as his predecessor. At the some time, Molana Rumi and Hafiz Sherazi too influenced Iqbal. We have one thousand years of History of Persian in this era that is why Iqbal preferred this language in his poetry. No doubt, he is the "spiritual father of Pakistan". He followed his predecessors but made his own identification .This is his wisdom and vision, that makes him a remarkable poet of world wide fame and his work will live for ever.
Key Words: *Distinguished poet, Brillant, Gifted, Philosopher, Visionary, Revolutionary, Spirit, Nation, Translated, Elements.*

اقبال کی شاعری کے وہ تخلیقی عناصر جن سے اقبال میں ایک خاص قسم کی انفرادیت پیدا ہوئی ، انھی عناصر نے اقبال کو ان کے ہم عصروں سے زیادہ دل آویز، باعث کشش اور جاذب نظر

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

بنادیا۔ ایک بڑے تخلیقی فن کار کا کسی کتاب یا مصنف سے متاثر ہونا کوئی انوکھی بات نہیں۔ ورڈز ورتھ پر ملٹن کا بہت اثر ہے۔ کیٹس شیکسپئر کو اپنا نگران فرشتہ (Presiding genius) تصور کرتا ہے۔ ایلیٹ پر دانتے کی طربیہ ء ایزدی (Divine Comedy) کا سایہ آغاز سے لے کر انجام تک چھایا ہوا ہے۔ اور ییٹس (Yeats) اپنے آپ کو ولیم کا نیا جنم تصور کرتا تھا۔ کسی کتاب یا مصنف سے شعوری طور پر متاثر ہونا ایک بات ہے۔ اور اسے تحت الشعور کے اندر جذب کرنادوسری بات۔ تحت الشعور کی سطح پر کتاب یا انسان کا اثر جب جزو شخصیت بن جاتا ہے تو یہ اثر قبول کرنے والے کے انداز فکر کو بدل کر رکھ دیتا ہے۔ وہ سوچتا ہے تو اسی زاویہ نگاہ سے سوچتا ہے اور دیکھتا ہے تو اسی عینک سے دیکھتا ہے۔ اس کے سانچے اور پیمانے اور حسن و قبح اور خوب و ناخوب کے معیار بھی اسی منبع فیضان سے برآمد ہوتے ہیں۔ اگر وہ شاعر اور ادیب ہے تو اس کا نظریہ شعر، اس کی لفظیات، اس کا اسلوب، اس کی علامتیں اور اس کے استعارے بھی اسی رنگ میں رنگ جاتے ہیں۔

قرآن کے ساتھ اقبال کا تعلق اسی نوع کا ہے۔ قرآن اقبال کے لئے دنیا کی کتابوں میں سے ایک کتاب نہیں بلکہ "الکتاب" ہے۔ اقبال کی شاعری میں جو اذعانات کار فرماہیں، ان کا سر چشمہ ان کی قرآنی فکر ہے۔ قرآن کا اثر اقبال کے آہنگ اور اسلوب نگارش پر بھی چھایا ہواہے۔ ان کے فن پر بھی نظری اور عملی دونوں حثیتوں سے قرآن کی گہری چھاپ ہے۔ طریقہ نبوی ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے اقبال نے بہت سے تصورات کو نئے معانی و مفاہیم سے آشنا کیا۔ عقل ، علم ، عشق، خودی، مومن، تقدیر اور ہجرت ان میں نمایاں طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان کی شبیہ کاری اور پیکر تراشی کے تین اہم ماخذ ہیں۔ قرآن و سنت، تاریخ اور عالم فطرت۔ قرآن و سنت سے ماخوذ جو پیکر اور علامتیں وہ استعمال کرتے ہیں، ان میں سے چند ایک یہ ہیں: تعمیر حرم، معمار حرم، دریائے خلیل اللہ، شاخ خلیل، آتش نمرود، ضرب کلیم، ید بیضا، نغمہ جبریل، صور اسرافیل وغیرہ۔ عالم فطرت سے بھی اقبال نے عام طور پر ان ہی علامتوں اور پیکروں کو منتخب کیا ہے جو قرآن کی اسپرٹ کے ساتھ ہم آہنگ ہوں۔ مثلاً "شاہین، مرد حر اور مرد مومن کی علامت کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ گل لالہ جو تحیر، درد و سوز اور پاکیزگی کی علامت بن کر نمودار ہوتا ہے۔ ان سب کے پیش نظر اقبال یہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنی شاعری میں اسرار قرآن

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

کے موتی پروئے ہیں۔اور نور قرآن سے ایک صدی سے زیادہ مدت پر محیط شب تاریک کو سحر کے نور سے آشنا کیا ہے تو اس میں تعجب یا سابقہ کی کوئی بات نہیں۔

بگو از من نو اخوان عرب را　　　بہائے کم نہادم لعل لب دا

ازاں نورے کہ از قرآن گرفتم　　　سحر کر دم صدوسی سالہ شب دا (۱)

اقبال زندگی اور فطرت کے جس منظر نے اور جن حوادث سے متاثرہوتے ہیں۔ان کو اپنے حسن کا جامہ پہنا دیتے ہیں۔تقلیدی اور روایتی شاعری سے انہوں نے بہت جلد چھٹکارا بھی حاصل کرلیا۔جہاں تک فن کا تعلق ہے انہوں نے کمال پیدا کر لیا۔کہیں وہ داغ سے فیض یاب ہیں اور کہیں غالب کے تخیل کے قدر دان۔

چلتا ہوں تھوڑی دور ہر اک راہرو کے ساتھ

پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہبر کو میں (۲)

فن کے لحاظ سے اقبال ہر استاد سے کچھ نہ کچھ لیتے گئے۔یہاں تک کہ فرماتے تھے کہ میں نے ناسخ سے بھی بہت کچھ سیکھاہے۔اردو زبان مسلمانوں کے دور انحطاط کی پیداوارہے۔اردو شاعری کے سامنے جو نمونہ تھا وہ متاخرین کی فارسی تھا۔آزاد، حالی اور شبلی کے ہاں اردو شاعری اگر قدیم ڈگر سے ہٹنا شروع ہوئی تو یہ مغربی افکار کا نتیجہ تھا۔غدر کے بعد آزاد جب گورنمنٹ کالج میں پروفیسر ہوئے تو انہوں نے جدید شاعری کو ہی وسیلہ اظہار بنایا۔انہی دنوں اقبال کے سامنے یہ لوگ بطور نمونہ موجود تھے۔آزاد نے نیرنگ خیال میں یہ پیش گوئی کی کہ آئندہ بلند درجے کا ادب وہی لوگ تخلیق کریں گے جن کے ہاتھوں میں مغرب اور مشرق دونوں کے خزینئہ افکار کی کنجیاں ہوں گی۔اقبال جتنی قدرت اردو اور فارسی پر رکھتے تھے اتنی ہی دسترس ان کوانگریزی زبان پر حاصل تھی۔مغربی افکار کا تمام سرمایہ اقبال کو براہ راست ہاتھ آیا۔اور مشرق و مغرب کا قرآن السعدین اقبال ہی میں ظہور پذیر ہوا، آزاد کی تمنا گویا اقبال میں مجسم ہوگئی۔اقبال نے مشرق اور مغرب کے پیشروئوں کے اثرات قبول تو کئے مگر اپنا خاص رنگ برقرار رکھا۔ان کی شاعری اور فلسفہ دونوں میں مشاہیر عالم کا تھوڑا بہت رنگ کہیں نہ کہیں دکھائی ضروردیتا ہے۔اقبال کی شاعری یا فلسفے میں جن جن مشہور پیشروئوں کے کلام سے مماثلت پائی جاتی ہے وہ درج ذیل ہیں۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

اقبال نے جس دور میں لکھنا شروع کیا ،ابتداء میں غزل گوئی پر توجہ مبذول کی، اس زمانہ میں مرزا داغ کے مراسلاتی شاگرد تمام ہندوستان میں پھیلے ہوئے تھے۔داغ نے گھر پر ہی ڈاک کا محکمہ کھول رکھا تھا۔اصلاح کے لئے غزلیں ڈاک میں پہنچتی تھیں۔اور اصلاح و تنقید کے بعد واپس کر دی جاتی۔اقبال نے داغ کی شاگردی اختیار کی۔اور اصلاح فن کی خاطر ان سے رابطہ کیا اور استاد داغ کا لب و لہجہ اور رنگ اپنانے کی کوشش بھی کی۔اقبال کی یہ مشہور غزل داغ کے رنگ کی عکاسی کرتی ہے۔

نہ آتے ہمیں اس میں تکرار کیا تھی
مگر وعدہ کرتے ہوئے عار کیا تھی (۳)

اقبال نے داغ کی شاگردی چند روز ہی اختیار کی۔داغ نے چند غزلوں کی اصلاح کے بعد لکھ بھیجا کہ اب تمہارے کلام کو اصلاح کی ضرورت نہیں۔اس ابتدائی زمانے کی یاد گار غزلیں بانگ درا میں موجود ہیں۔ان غزلوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جا بجا داغ کی زبان کی مشق کر رہے ہیں۔موضوع بھی داغ والے ہیں اور بعض اوقات داغ کا ہی انداز سخن اپنا کر ان کے انداز کے شعر نکال لیتے ہیں۔

آگے کے دو اشعار ایسے ہیں جو داغ کی غزل میں رکھے جا سکتے ہیں

تمہارے پیامی نے سب راز کھولا
خطا اس میں بندے کی سرکار کیا تھی
بھری بزم میں اپنے عاشق کو تاڑا
تری آنکھ مستی میں ہشیار کیا تھی(۴)

مگر اس دورِ مشق و تقلید میں بھی اقبال نے غزل کے روایتی مضامین میں حکمت و فلسفہ کے موضوعات کو وسیلہ اظہار بنا لیا۔اور آہستہ آہستہ داغ کے اثرات بھی ان کی شاعری میں مدھم پڑ گئے۔

اگر کوئی شاعر کسی دوسرے شاعر کا صمیمِ قلب سے ،جوش و خروش کے ساتھ مداح ہو تو ازرائے نفسیات یہ لازم آتا ہے کہ مادح اور ممدوح میں کوئی گہری مشابہت ضروری ہے۔ہر انسان اپنے ممدوح کی لاشعوری طور پر تقلید بھی کرتا ہے اور اندازِ نگاہ و طرز کلام میں خود بخود کم و بیش مماثلت پیدا ہو جاتی ہے۔یہی معاملہ اقبال اور غالب کا ہے کیوں کہ اقبال نے غالب کی عظمت کا اعتراف کیا ہے۔انہوں نے اپنے ابتدائی کلام میں مرزا غالب پر ایک نظم بھی لکھی۔جس کا پہلا بند ہے:

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

فکر انسان پر تری ہستی سے یہ روشن ہوا
ہے پرِ مرغِ تخیل کی رسائی تا کجا
تھا سراپا روح تو، بزمِ سخن پیکر ترا
زیب محفل بھی رہا محفل سے پنہاں بھی رہا
دید تیری آنکھ کو اس حسن کی منظور ہے
بن کے سوز زندگی ہر شے میں جو مستور ہے(۵)

اچھی شاعری کے لئے خالی پرواز تخیل کافی نہیں۔اس کے ساتھ فکر حقیقت رس بھی ہونا چاہیے۔یہ دونوں چیزیں غالب میں ہم آغوش پائی جاتی ہیں۔اور انہی دو صفات کی دل کشی کی آمیزش نے اقبال کے کلام میں دلآویزی پیدا کی ہے۔انسانی روح کو گرمانے والی ایک تیسری چیز بھی ہے ،جس کے لئے کبھی درد دل اور کبھی سوز قلب اور کبھی عشق کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔اور یہ کیفیت ترقی کرتے جنون کی ہم رنگ ہو جاتی ہے۔غالب کے ہاں یہ چیز بہت زیادہ نمایاں نہیں۔لیکن اس کے جن اشعار میں یہ ملتی ہے وہ فکرو تخیل کیساتھ مل کر روح انسانی میں کبھی ہیجان و بے تابی اور کبھی سوزو گداز پیدا کرتی ہے۔غالب کے ہاں آخر تک مجازوحقیقت کی آمیزش چلی گئی ہے۔اور جہاں تک عشق حقیقی کا تعلق ہے وہ صوفی نہیں بلکہ متصوف ہے۔اور بحثیت مجموعی وہ نظریۂ وحدت الوجود کا قائل ہے۔اقبال کے شباب میں رندی اور عشق مجازی کی جھلکیاں دکھائی دیتی ہیں۔لیکن انہوں نے ہوسِ محبت کو کبھی اپنے نفس پر حاوی نہیں‌ہونے دیا۔ان کا عشق فرد سے گزر کر ملت کا عشق بن جاتا ہے۔اس کے بعد وہ تمام نوعِ انسان پر بلا امتیاز مذہب و ملت پھیل جاتا ہے۔آخر میں تمام حیات و کائنات اس میں غرق ہو جاتی ہے۔مجاز حقیقت کی طرف ترقی نفوسِ عالیہ میں اسی انداز کی ہوتی ہے۔عشق کی اس حالت میں کائنات کی ہر چیز زندہ اور حسن و عشق سے مرتعش دکھائی دیتی ہے۔غالب کے ہاں بعض ایسے اشعار ملتے ہیں جن میں کائنات کے تمام ذرے، نفوس اور عشاق کے قلوب دکھائی دیتے ہیں۔

ذرہ ذرہ ساغرمیخانہ نیرنگ ہے
دیدہ مجنوں بہ چشمک ہائے لیلٰی آشنا
شوق ہے ساماں تراز نازش ارباب عجز

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

ذرہ صحرا دستگاہ و قطرہ دریا آشنا (۶)

اقبال لکھتے ہیں:

از مہر تابہ ذرہ، دل و دل ہے آئنہ
طوطی کو شش جہت سے مقابل ہے آئنہ
حیرت ہجوم لذت غلطائی تپش
سیماب بالش و کمر دل ہے آئنہ (۷)

اسی طرح غالب و اقبال کی شاعری کے بعض پہلوؤں میں مماثلت پائی جاتی ہے۔لیکن اقبال کے کلام میں اور بھی بہت کچھ ہے۔جو غالب میں نہیں مل سکتا۔اور اگر کہیں ملتاہے تو وہ تفکر اور تاثر کی ہلکی سی لہر ہوتی ہے۔جو طلاطم خیز نہیں ہو سکتی، اقبال داغ کی تقلید سے تو بہت جلدی گزر گئے۔لیکن غالب کا اثر دیر پا تھا۔مگر اقبال کا وہ کلام جس میں غالب کا اندازِ تخیل تھا،بانگ درا میں شامل نہیں کیا گیا۔"انجمنِ حمایت اسلام" کے جلسوں میں انہوں نے جو نظمیں پڑھیں ان میں جا بجا غالب کا اندازِ تخیل اور اسلوبِ بیان پایا جاتا ہے۔الفاظ، تراکیب، اضافتیں، بندشیں غالب سے کافی حد تک مماثل معلوم ہوتی ہیں۔

نہیں منت کشِ تابِ شنیدن داستان میری
خموشی گفتگو ہے بے زبانی ہے زبان میری (۸)

اقبال آخر تک غالب کے مداح رہے۔وہ اسی لئے کہ وہ بھی اقبال کی طرح ایک مفکر شاعر تھے۔روایتی اور تقلیدی شاعری کے بیچ میں وہ عرفی یا فیضی کی طرح بلند حکیمانہ باتیں کہہ جاتے ہیں۔ اقبال جیسی کائناتی عشق کی تڑپ ان میں بھی کہیں کہیں ملتی ہے۔

مثلا"

سراپا رہن عشق و ناگزیر الفتِ ہستی
عبادت برق کی کرتا ہوں اور افسوس حاصل کا (۹)

شیخ عبدالقادر مرحوم نے بانگ درا کا دیباچہ لکھا۔اس دیباچے کی ابتداء میں وہ غالب اور اقبال کی مماثلت پر رقمطراز ہیں:

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

"کسے خبر تھی کہ غالب مرحوم کے بعد ہندوستان میں پھر کوئی ایسا شخص پیدا ہوگا۔ جو اردو شاعری کے جسم میں ایک نئی روح پھونک دے گا اور جس کی بدولت غالب کا نظیر تخیل اور نرالا انداز بیان پھر وجود میں آئیں گے اور ادب اردو کے فروغ کا باعث ہوں گے مگر زبان اردو کی خوش اقبالی دیکھیے کہ اس زمانے میں اقبال سا شاعر اسے نصیب ہوا جس کے کلام کا سکہ ہندوستان بھر کی اردو دان دنیا کے دلوں پر بیٹھا ہے اور جس کی شہرت روم و ایران بلکہ فرنگستان تک پہنچ گئی ہے۔غالب اوراقبال میں بہت سی باتیں مشترک ہیں، اگر میں تناسخ کا قائل ہوتا تو ضرور کہتا کہ مرزا اسد اللہ خان غالب کو اردو اور فارسی کی شاعریسے جو عشق تھا اس نے ان کی روح کو عدم جا کر بھی چین نہ لینے دیا اور مجبور کیا کہ وہ پھر کسی جسد خاکی میں جلوہ افروز ہو کر شاعری کے چمن کی آبیاری کرے اور اس نے پنجاب کے ایک گوشے میں جسے سیالکوٹ کہتے ہیں، دوبارہ جنم لیا اور محمد اقبال نام پایا"۔(۱۰)

غالب اور اقبال کے ہاں آرزو کی نفسیات اور اس کا گہرا فلسفہ جا بجا ملتا ہے۔غالب کے انوکھے انداز بیان نے ہی اقبال کو متاثر کیا لیکن غالب کے ہاں اسی انداز کا جو تفکر و تخیل ہے۔وہ اقبال میں نہایت درجہ ارتقاء یافتہ صورت میں ملتا ہے۔پھولوں کے رنگ و بو میں مماثلت ہے مگر غالب کے ہاں کے گلدستے اقبال کے کلام میں سدا بہار گلزار بن گئے ہیں۔

سترہویں صدی کے مغلیہ ہندوستان میں احیائے اسلام کی جو آخری کوشش کی گئی، بیدل اسی کا ظہور تھا۔یہیں سے بیدل اور اقبال کا باہمی رشتہ واضح ہو جاتا ہے۔لیکن مذہب و سیاست سے قطع نظر کے کلام کو پڑھیے تو معا" اندازہ ہوتا ہے کہ بیدل کی شاعری نے اقبال کے دل و دماغ کو کس درجہ متاثر کیاہے۔کہیں کہیں تو اقبال نے وضاحت سے اس کا اعتراف بھی کیاہے۔

محسوس پر بنا ہے علوم جدید کی
اس دور میں ہے شیشہ عقائد کا پاش پاش
مذہب ہے جس کا نام وہ ہے اک جنون قام

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

ہے جس آدمی کے تخیل کو انتعاش
کہتا مگر ہے فلسفۂ زندگی کچھ اور
مجھ پر کیا یہ مرشد کامل نے راز فاش
با ہر کمال اند کے آشفتگی خوش است
ہر چند عقل کل شدہ بے جنونِ ماش (۱۱)

اس قسم کی تحسین سے کہیں زیادہ قابل توجہ وہ نا معلوم مگر دور رس اثرات ہیں جنہوں نے اقبال کی شخصیت کے ساتھ ساتھ ترکیب پا کر بالآخر اس کے شاعرانہ خیالات و عقائد کو زندہ اور متحرک کیا۔ اقبال کے اساسی تصورات میں سے اس کے تصور حرکت کو لیجئے یا ضمنی مضامین میں "بہشت" کے متعلق اس کے خیالات کو دیکھئے اور پھر بیدل کے کلام کا مطالعہ کیجئے تو بیدل کو اقبال کے ایک ہم جنس اور ہم خیال کی حیثیت سے پہچاننے میں کوئی دقت نہیں ہوگی۔ بہشت سے متعلق بیدل نے بہت سے اشعار لکھے ہیں۔ مثلاً "ایک شعر ملاحظہ ہو۔

گونید بہشت است و ہمہ راحت جاوید
جائے کہ بے داغے نہ تپید دل چہ مقام است (۱۲)

اقبال نے انجمن اردو پنجاب کے زیر اہتمام "یوم غالب" کے موقع پر بیدل کے بارے میں یہ پیغام دیا:

"اپنا پیام تو میں کیا دوں گا۔ البتہ غالب کا پیغام ان لوگوں تک پہنچا دینا اپنا فرض سمجھتا ہوں جو آج یوم غالب منا رہے ہیں۔ ان کا پیغام یہ ہے۔

بگزر از مجموعہ اردو کہ بیرنگ من است

مرزا آپ کو اپنے فارسی کلام کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ اس دعوت کا قبول کرنا یا نہ کرنا آپ کے اختیار میں ہے لیکن اگر آپ اسے قبول کرنے کا فیصلہ کر لیں تو ان کے فارسی کلام کی حقیقت اور ان کی تعلیم کے مختلف پہلوؤں کو سمجھنے کے لئے دو باتوں کا جاننا ضروری ہے۔ اول یہ کہ عالم شعر میں مرزا عبدالقادر بیدل اور غالب کا آپس میں کیا تعلق ہے، دوم یہ کہ مرزا بیدل کا فلسفہ حیات

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

غالب کے دل و دماغ پر کہاں تک موثر ہوا۔اور مرزا غالب اس فلسفہ حیات کو سمجھنے میں کس حد تک کامیاب ہوئے؟ مجھ کو یقین ہے کہ اگر آج کال کے وہ نوجوان، جو فارسی ادب سے دل چسپی رکھتے ہیں، اس نقطہ نگاہ سے مرزا غالب کے فارسی کلام کا مطالعہ کریں تو بہت فائدہ اٹھائیں گے۔ (۱۳)

ایک اور جگہ بیدل اور اقبال کے کلام میں مماثلت ملاحظہ ہو:

دلے کہ پروردہ آ بِ نازش بہ آتش عشق کن گزارش
جو شیشہ برسنگ خورد سازش کسیش جز شیشہ گر نگیرد
تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے، ترا آئینہ ہے وہ آئینہ
کہ شکستہ ہو تو عزیز تر، ہے نگاہ آئینہ ساز میں (۱۴)

علامہ اقبال مولانا روم کی شخصیت سے بے حد متاثر تھے۔انہوں نے مولانا روم کو اپنا مرشد قرار دیا تھا۔اسرار خودی کے دیباچے میں وہ مولانا روم کے بارے میں کچھ یوں ذکر کرتے ہیں:

روئے خود بنمود پیر حق سرشت
کو بحرف پہلوی قرآن نوشت
تا یکے چوں غنچہ می باشی خموش
نکہت خود را چو گل ارزاں فروش
آشنائے لذتِ گفتار شو
اے درائے کارواں بیدار شو (۱۵)

ایک اور جگہ یوں کہتے ہیں:

پیر رومی مرشد روشن ضمیر
کاروان عشق و مستی را امیر (۱۶)

اس کے علاوہ بھی اقبال نے رومی کی عظمت میں کئی اشعار لکھے جو کہ ارمغان حجاز اور جاوید نامہ میں موجود ہیں۔اقبال اور رومی کو قریب قریب ایک جیسے حالات سے سابقہ پڑا۔رومی کے زمانہ میں حکمائے یونان کے اثر سے مسلمانوں میں ایک بے نتیجہ قسم کی عقل پرستی نے رواج پا لیا تھا اور فضول قسم کی بحثوں نے مذہبی درجہ حاصل کر لیا۔جیسے قرآن حادث ہے یا قدیم صفات ذات ، جبر و قدر ،

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

علماء مناظروں میں الجھے ہوئے اور صوفیاء ترک دنیا کئے ہوئے تھے۔اقبال کو بھی اس قسم کا زمانہ ورثے میں ملا۔جب حقیقت خرافات میں کھو گئی تو دونوں نے مسلمانوں کی رہنمائی کا فرض ادا کیا۔اسی لئے اقبال فرماتے ہیں:

چو رومی در حرم دادم اذان من　　ازو آموختم اسرار جان من

بہ دور فتنہ ٔعصر کہن، او　　بہ دور فتنہ عصر روان من (۱۷)

اقبال اور رومی دونوں ہی اپنے زمانہ کے عقلی علوم سے مکمل طور پر آگاہ تھے۔مگر یہ علوم ان کے ذہن پر حاوی نہیں تھے۔وہ صداقت کو اپناتے تھے اور باقی نظریات پر غیر معمولی بصیرت اور جرات سے تنقید کرتے تھے۔

مولانا روم بقائے حیات کے قائل ہیں اور اس کے لئے ارتقاء کا نظریہ پیش کرتے ہیں۔ان کے خیال میں زندگی خدا کے وجود سے صادر ہوئی اور اس کا رخ خدا کی طرف ہے۔کیوں کہ ہر چیز کو اپنی اصل کی طرف ہی لوٹنا ہے۔

ہر کسے کو دور ماند از اصلِ خویش

باز جوید روزگار وصلِ خویش

اسی نقطہ کو اقبال اس طرح پیش کرتے ہیں:

ہر لحظہ نیا طور نئی برق تجلی

اللہ کرے مرحلہ شوق نہ ہو طے (۱۸)

قبال کا نظریہ خودی جو اپنی تشکیل و ترتیب کے باعث ان کا اپنا نظریہ بن گیا ہے۔اس کے بنیادی تصورات بھی مولانا روم کے ہاں ملتے ہیں۔ان کے زمانہ میں صوفیاء نے فنا اور ترک کو دین کا حصہ بنا لیا تھا۔لیکن مولانا روم نے اس نظریہ میں ترمیم کی اور فنا کو بقا میں تبدیل کر دیا یہ دوسری بات ہے کہ ان کے ہاں بقاء کی منزل تک پہنچنے کے لئے فنا کی منزل سے گزرنا پڑتا ہے؛ لیکن ان کا مقصود انسانی خودی کی ارتقاء اور اس کی بقاء ہے اس کے لئے ان کے ہاں بھی خودی کا استحکام ضروری ہے اور اس کا ذریعہ انہوں نے قوت تسخیر میں اضافہ کو قرار دیا۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

مولانا روم عظمت آدمیت کے قائل ہیں اور انسان کی رسائی کو عرش کبریا تک ممکن سمجھتے ہیں۔جب کہ اقبال لکھتے ہیں:

در دشت جنون من جبریل زبوں صیدے
یزداں بکمند آور اے ہمت مردانہ [۱۹]

علامہ اقبال مولانا روم سے خاص عقیدت رکھتے ہیں اور ان کو اپنا مرشد مانتے ہیں مگر وحدت الوجود کے فلسفہ کو وہ قبول نہیں کرتے۔اسرار خودی کے انگریزی ترجمہ کے دیباچہ میں پروفیسر نکلسن لکھتے ہیں کہ:

اگرچہ اقبال اس تصوف کا بہت مخالف ہے جو حافظ پیش کرتا ہے تاہم وہ جلال رومی کی روحانیت کو خراج عقیدت پیش کرتا ہے لیکن عارف رومی کے تصور کے ترک خودی کو قبول نہیں کرتا او ر اس کی وجودی پرداز (وحدت الوجود)میں اس کا ساتھ نہیں دیتا۔[۲۰]

اقبال اور رومی دونوں ہی عقل پر عشق کو فوقیت دیتے ہیں۔ان کے ہاں زندگی اور خودی کی اصل بھی عشق ہے اور ان کی بقاء اور ارتقاء کا ضامن بھی عشق ہے۔عقل محض رہنمائی کا کام دے سکتی ہے۔نظریات کے علاوہ فن کے لحاظ سے بھی اقبال اور رومی میں مماثلت پائی جاتی ہے۔

علامہ اقبال نے اپنی مثنویاں مولانا کی شہرہ آفاق مثنوی کے وزن پر لکھی ہیں۔دونوں کے ہاں مثنویوں میں افسانے اور اخلاقی تمثیلات شامل ہیں۔رومی کے فیض کے حوالہ سے خلیفہ عبدالحکیم اپنے مضمون "نطشے، رومی اوراقبال"میں اس طرح رقمطراز ہیں:

”عارف رومی اور اقبال میں بہت مماثلت پائی جاتی ہے۔دونوں اسلامی شاعر ہیں دونوں کی شاعری حکیمانہ ہے دونوں معقولات کے سمندر کے تیراک ہونے کے باوجود منقولات پر مرجع ہیں۔دونوں خودی کی نفی کی بجائے خودی کی تقویت چاہتے ہیں۔دونوں کے نزدیک حقیقی بے خودی میں کوئی تضاد نہیں۔ بلکہ ایک کے بغیر دوسری مہمل اور بے نتیجہ ہے۔دونوں کا تخیل تقدیر کے متعلق عام مسلمہ تخیل سے الگ ہے۔دونوں کا خیال ہے کہ تقدیر

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

میں جزئی طور پر اعمال پہلے ہی خدا کی طرف متعین اور مقرر نہیں بلکہ تقدیر آئین حیات کا نام ہے۔ دونوں ہی نہ صرف انسان بلکہ تمام موجوداتِ ادنیٰ سے اعلیٰ منازل کی طرف عروج کر رہے ہیں(۲۱)

تمام صوفی شعراء میں سے اقبال کو مولانا روم ہی کی ہستی نظر آئی جو زندگی کے مسائل کو دوسرے صوفیاء کی ڈگر سے ہٹ کر دیکھتے تھے۔ اوران مسائل کو خالصتا –"اسلامی تعلیمات کی روشنی میں حل کرنے کی سعی کرتے ہیں۔ اسی لئے علامہ انہیں اپنا مرشد مانتے ہیں۔ اقبال نے رومی کہ مرد قلندر کے طور پر پیش کیا جس نے راز خودی کو فاش کیا۔ کہتے ہیں:

فردوس میں رومی سے یہ کہتا تھا سنائی
مشرق میں ابھی تک ہے وہی کاسہ، وہی آش
حلاج کی لیکن یہ روایت ہے کہ آخر
اک مرد قلندر نے کیا راز خودی فاش (۲۲)

اقبال نے اسرار خودی کے پہلے ایڈیشن کے منظوم باب میں حافظ کی شاعری پر اعتراض کیا تھا کہ اس نے مسلمانوں میں بے عملی پیدا کر دی ہے۔ انہوں نے بہت بے باکی سے حافظ کے خلاف اشعار لکھ ڈالے جن میں حافظ کے نظریہ حیات پر سخت اور تلخ تنقید ہے۔ صدیوں سے فارسی پڑھنے والوں نے حافظ کو صوفیائے کرام میں شمار کر رکھا ہے۔ مسلمان عام طور پر اس کو لسان الغیب کہتے تھے۔ اور اپنی زندگی کے اہم امور کے متعلق دیوان حافظ سے فال نکالتے تھے۔ حافظ کے کلام میں گو ناگونی اور مجازو حقیقت کی ایسی آمیزش ہے جو پڑھنے والوں کے لئے نہایت دلکش اور وجد آویز ہے۔ لیکن سمجھنے والے کو حیرت اور تذبذب میں ڈال دیتی ہے۔ مگر اقبال حافظ کو صوفی نہ سمجھتے تھے۔ لیکن بعض ناقدین اسے یکطرفہ تنقید ہی سمجھتے ہیں۔ حافظ کے متعلق اقبال کی تنقید کی تہہ میں جو محرک کام کر رہا تھا اسے بھی سمجھنے کی ضرورت ہے دراصل اقبال کو خوف تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ حافظ کے دلبر انہ پیرایہ بیان کے سامنے اس کی افادیت اور مقصد پسندی کی شاعری روکھی پھیکی سمجھی جائے۔ اس لئے اس نے ایک طرف تو آب و رنگِ شاعری کو غیر ضروری بتایا اور دوسری جانب پوری کوشش کی کہ اس کے اشعار میں توانائی کے ساتھ دلکشی بھی پیدا ہو۔ اس بات کے لئے اس نے بلا تکلف حافظ کے

پیرایہ بیان کی تقلید کی،خاص کر غزلوں میں۔اقبال کو اگرچہ احساس تھا کہ حافظ کی روح ان کے جسم میں حلول کئے ہوئے ہے۔لیکن زمانے کا تقاضا تھا کہ وہ اپنی ساری فنی صلاحیتوں کو اجتماعی مقاصد کے فروغ میں صرف کر دیں۔اقبال اور حافظ دونوں روح کی آزادی کے مقصد میں متحد ہیں۔لیکن دونوں کے حصول مقصد کے ذرائع مختلف ہیں۔دونوں نے اپنی وجدانی بصیرت اور شاعری کے توسط سے مطلق حقیقت کا مشاہدہ کیا۔یہ ذہنی تجزیہ نہیں۔بلکہ براہ راست دو بدو مشاہدہ ہے۔اقبال کے مشاہدے میں وجدانی تجربہ تعقلی عمل سے خالی نہیں۔حافظ کے یہاں تعقل بھی وجدانی ہے۔حافظ اور اقبال دونوں کے ہاں اور خاص کر حافظ کے یہاں ہیت ،موضوع اور جذبہ شیر و شکر ہیں۔اس طرح فنی تخلیق عالمگیر اور ابدی بن جاتی ہے۔اس کو فن کی جمالیاتی قدر کہتے ہیں۔اقبال نے پیرایہ بیان کی حد تک حافظ کا تتبع کیا اور شعوری طور پر رنگینی پیدا کرنے کی کوشش کی۔حافظ کے یہاں باطنی آزادی کا اظہار ملتا ہے۔اقبال کے نزدیک یہ توانائی عقیدت اور تخیل کے جوش سے عبارت ہے۔اس کے بغیر حافظ اور اقبال دونوں کی شاعری میں گرمی اور حرارت نہیں پیدا ہو سکتی ہے۔

اقبال کہتا ہے:

زاں فراوانی کہ اندر جاں وست
ہر تہی را پر نمودن شان وست

حافظ اس توانائی کو شوق کہتا ہے جو موسیقی سے لپکتا اور بھڑکتا ہے:

تا مطربان ز شوق منت آگہی دہند
قول و غزل بہ سازو نوای فرستمت (۲۳)

حافظ کا بیشتر کلام خودرو ہے۔جس میں شعوری ارادے کو بہت کم دخل ہے۔اس کے بر خلاف اقبال کی فنی تخلیق میں شعوری ارادے کہ خاصا دخل معلوم ہوتا ہے۔حافظ اور اقبال دونوں نے استعاروں کے ذریعے اپنے خیالات کو ظاہر کیا۔عظیم شاعری کی یہی زبان ہے۔بعض اوقات دونوں کے یہاں استعارے اور رموزو علائم ایک دوسرے میں اس طرح شیر و شکر نہیں کہ ان کی نشاندہی دشوار ہے۔عظیم فنکاروں کے ہاں جس طرح ہیت ،موضوع جذبہ وفکر اور علم و عرفان ایک دوسرے میں تحلیل ہو کر وحدت بن جاتے ہیں۔اسی طرح ان کی تخلیقی توانائی کی بدولت استعارے اور رموز و علائم

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

بھی ہم آمیز ہو کر اپنے جدا گانہ خدوخال ایک دوسرے میں گم کر دیتے ہیں۔ یہ علم معانی و بیان کی خلاف ورزی نہیں بلکہ تکمیل ہے۔ لیکن اس کا حق حافظ اور اقبال جیسے عظیم تخلیقی فنکاروں ہی کو پہنچتا ہے۔ ظفر بنگش اپنے مضمون میں اقبال کے بارے میں اس طرح لکھتے ہیں:

"Among his many contributions, Allama Muhammad Iqbal will be remembered most for making Muslims realize their distinct Islamic identety and instilling a sense of self.respect and identity in them(24) ".

الغرض مشرق کے بہت سے اہل نظر نے اقبال کو ایک حد تک متاثر کیا۔ مگر اقبال کی اپنی ایک خاص شناخت ہے انکی اپنی منفرد فکر ہے۔ وہ دنیائے اسلام کے تمام مسائل افکار کی باز گشت بھی محسوس کرتے ہیں۔ انہوں نے ان تمام تحاریک اور نظریات اور فلسفوں کو فکر کا حصہ بنایا۔ جو دنیائے اسلام کی بہبود اور بہتری کا باعث تھیں۔ ان کی ہمہ جہت سوچ نے ایک محکوم قوم کو آزادی حاصل کرنے پہ ایک خاص نقطہء پیش کیا۔ بہت سے ناقدین اس خیال کے حامی ہیں کہ اقبال نے افلاطون،ارسطو، نطشے اور برگساں وغیرہ سے بڑا اثر قبول کیا اور ان سب کی پسندیدہ باتوں کو، جو خود ان نے نظریات کے موئید تھیں، سراہا۔ قبول کیا۔ اقبال حسن انتخاب پر قادر تھے، اور ان کا نظریہ اور مقصد دوسروں سے جدا تھا۔ وہ کن چیزوں کو کس مقصد کے لئے منتخب کر رہے تھے اور پھر وہ منتخب امورو وسائل اور تصورات و خیالات محض بے جوڑ اشیاء کا ڈھیر ہیں یا وہ علامہ اقبال کے بقول شہد کے ذرے سے یہ نعرہ نہیں لگا سکتے کہ وہ نرگس ہیں یا گلاب۔ وہ شہد ہیں اور اس کے عمومی ذائقے اور لذت کے حصہ دار۔

ایں نمی گوید کہ من از عبہرم
آں نمی گوید من از نیلو فرم (۲۵)

یہی عالم اقبال کے نظام فکر کا ہے اور ان کا نظام اقبال کے سوا کسی سے بھی منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ علامہ اقبال ان شعراء میں سے نہیں کہ جو خیال بھی کسی کے بیان سے یا کسی منظر سے یا پھر کسی قافیے کے باعث سوجھ گیا، اس سے جس قسم کا شعر یا قطعہ یا نظم اختراع کی جا سکی کر دی۔ خواہ وہ ان کے نظام فکر یا ان کے عام نظریات سے کوئی مطابقت رکھے یا نہ رکھے۔ اقبال جو اثر قبول کرتے

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

ہیں۔وہ ان کے وسیع نظام فکر و خیال سے متصادم نہیں ہوتا۔الٹا اس کی تعمیر کا حسین جزو بن جاتا ہے۔ اور منفرد انداز میں جلوہ گر ہو کر شعر و ادب کی دنیا میں اقبال کا اقبال بلند کرتا ہے۔

حفظِ اسرار کا فطرت کو ہے سودا ایسا
راز داں پھر نہ کرے گی کوئی پیدا ایسا (۲۶)

حوالہ جات

۱. علامہ محمد اقبال، ارمغان حجاز، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۶۴ء، ص ۳۲

۲. خلیفہ عبدالحکیم: فکرِاقبال، المعارف، گنج بخش روڈ لاہور، ۱۹۹۳ء، ص ۲۱

۳. اقبال، بانگ درا مع فرہنگ، سلطان بُک ڈپو، کالی کمان، حیدر دکن، ۱۹۰۵ء ص ۱۰۰

۴. ایضاً، ص ۱۰۰

۵. محمد اقبال، علامہ: کلیات اقبال، مطبع ایجوکیشنل پبلشنگ ہائوس دہلی، ۲۰۱۴، ص ۲۶۔

۶. جوش طبیانی، دیوان غالب (مع شرح)، آتمارام اینڈ سنز، کشمیری گیٹ، دہلی، ۱۸۲۱ء، ۳۲۴

۷. جمال عبدالواحد، غیر متداول کلام غالب، غالب اکیڈمی، بستی حضرت نظام الدین نئی دہلی، ۲۰۱۶ء، ص ۹۴

۸. اقبال، کلیات اقبال، ص ۴۶

۹. محمد انوار الحق، مفتی (مرتبہ) دیوان غالب، جدید المعروف بہ نسخہ حمیدیہ مدھیہ پردیش اردو اکادمی، بھوپال، ۱۹۲۱ء، ص ۱۶۲

۱۰. حلیفہ عبدالحکیم، ص ۴۵

۱۱. اقبال، بانگ درا (دیباچہ) ناز پبلشنگ ہاوس، پہاڑی بھوجلہ، دہلی، ۱۹۹۳ء، ص ۱۱۲

۱۲. حمید اللہ، پروفیسر، اقبال کی شخصیت اور شاعری، (مجموعہ مقالات)، بزم اقبال، کلب روڑ، لاہور، اکتوبر ۱۹۷۴ء، ص ۸۲

۱۳. ایضاً، ص ۸۶

۱۴. ص ۸۸

۱۵. یوسف سلیم چشتی، پروفیسر، رموز بے خودی (مع شرح)، اعتقاد پبلشنگ ہاوس، دہلی، ۱۹۷۵ء، ص ۸۔۹

۱۶. اقبال، کلیات اقبال (فارسی) شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۷۳، ص ۳۶
۱۷. اقبال، ارمغان حجاز، اقبال اکادمی، لاہور، ۲۰۰۲ء، ص ۱۸
۱۸. اقبال، ضرب کلیم، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۳۶ء، ۱۲۶
۱۹. محمد یوسف سلیم چشتی، پروفیسر، پیام مشرق، مع شرح، اعتقاد پبلشنگ پریس دہلی، ۱۹۸۹ء، ص ۱۳۴
۲۰. شاید حسن رزاقی، مقالات حکیم، ماہ نو، ص ۸۰
۲۱. خلیفہ عبدالحکیم، اقبالیات کے سو منتخب مضامین، ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، محمد سہیل عمر، ڈاکٹر وحید عشرت (مرتبین)، اقبال اکادمی، لاہور، س ن، ص ۸۶۱
۲۲. خواجہ حمید یزدانی، ڈاکٹر، شرح، ضرب کلیم، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۵ء، ص ۱۱۵
۲۳. خواجہ حمید یزدانی، شرح زبور عجم، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۴ء، ص ۳۳
۲۴. Zafar Bangash , Iqbal,s Message of Dignity and Hope , A Monthly , p 8
۲۵. یوسف سلیم چشتی، پروفیسر، شرح رموز بے خودی، ص ۱۱۱
۲۶. علامہ محمد اقبال، شکسپیئر، مشمولہ، بانگ درا، ص ۲۵۱